قرآن حکیم اور محروم طبقات

جناب میر محمد حسین صاحب ایم اے ۔ فاضل دیوبند

(۳)

فقراء و مساکین معاشرے کے ان محروم طبقوں میں سے ایک طبقہ ان لوگوں کا بھی ہے، جن کے پاس وسائلِ معیشت ان کی بنیادی ضروریات سے بھی کم ہوتے ہیں۔ محرومین کے اس طبقہ کے متعلق قرآنِ حکیم کا رویہ کیا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم پہلے یہ دیکھیں کہ دولت اور دولت مندوں کے متعلق اس کا نقطۂ نظر کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دولت کو قرآن مجید میں بعض مقامات پر فضل اور خیر سے تعبیر کیا گیا ہے اور واقعتاً اس کے فضل و خیر ہونے میں اس وقت کوئی شبہ نہیں رہتا جب اس کا اکتساب بھی صحیح طریقوں سے ہو اور اس کا انفاق بھی صحیح مصارف پر۔ تاہم قرآنِ حکیم نے یہی بتایا ہے کہ عملاً دولت سے اکثر و بیشتر انسانی طبائع میں غفلت، سنگ دلی، استغنا، استحقار، استہزا، بخل، قبولِ حق سے انکار، ارتکابِ جرائم و معاصی جیسے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

۱۔ امامن بخل واستغنٰی وکذب بالحسنٰی فسنیسرہ للعسرٰی (الیل)

۲۔ ان الانسان لیطغٰی ان راٰہ استغنٰی (العلق)

۳۔ انھم کانوا قبل ذالک مترفین وکانوا یصرون علی الحنث العظیم (الذریات)

۴۔ ان کان ذامال وبنین اذا تتلٰی علیہ اٰیتنا قالوا ھٰذا اساطیر الاولین۔ (القلم)

۵۔ الھٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر (التکاثر)

۶۔ بل قلوبھم فی غمرۃ من ھٰذا ولھم اعمال من دون ذٰلک ھم
لھا عاملون حتّٰی اذا اخذنا مترفیھم بالعذاب اذا ھم یجئرون۔
۷۔ فذالک الذی یدعّ الیتیم ولا یحضّ علٰی طعام المسکین
...... ویمنعون الماعون۔ (الماعون)
۸۔ قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین۔ (المدثر)
۹۔ ذرنی ومن خلقت وحیدا وجعلت لہ مالاً ممدوداً ......
کلّا انہ کان لاٰیاتنا عنیداً (المدثر)

انبیائے کرام کو جھٹلانے والے اور ان کی دعوت سے انکار کرنے والے عموماً یہی سرمایہ دار رہتے ہیں۔ قرآن حکیم کہتا ہے:

۱۔ ذرنی والمکذبین اولی النعمۃ۔ (المزمل)
۲۔ وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الّا قال مترفوھا انا بما ارسلتم
بہ کٰفرون وقالوا نحن اکثر اموالاً واولاداً وما نحن بمعذبین۔
۳۔ کلوا وتمتعوا قلیلاً انکم مجرمون۔ (المرسلات)

سرمایہ داری کے ان اثرات بد کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ چند سرمایہ داروں کا ذکر جس انداز میں کیا ہے، اس کا حال بھی سن لیجیے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو یہی کہہ کر ٹھکرایا تھا کہ میں مصر کے تمام وسائلِ معیشت کا مالک اور یہ مدعی نبوت بھوکا اور کنگلا۔ بھلا میں اس کی اطاعت کیسے قبول کر لوں۔

قال یٰقوم الیس لی ملک مصر وھٰذہ الانھار تجری من تحتی افلا تبصرون۔

قارون بھی اسی کا ایک درباری تھا جس کے پاس مال و دولت کے وہ انبار تھے کہ بقول قرآن اس کے خزانوں کی چابیاں اٹھانے کے لیے بھی ایک جتھا چاہیے تھا۔ مگر وہ یہ دولت عوام پر خرچ کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اس میں خدا کا کیا دخل اور عوام کا کیا حق ہے۔ یہ تو میں نے اپنی لیاقت سے حاصل کی ہے۔ انما اوتیتہ علٰی علم عندی۔ (القصص)

پھر ایک باغ والے (گویا جاگیردار) کا ذکر کیا کہ وہ اپنی دولت کے نشے میں قیامت ہی سے

منکر تھا۔ وہ اپنے غریب ساتھی سے کہتا تھا کہ اول تو قیامت و یامت کوئی شے نہیں۔ اور اگر بالفرض ہوئی بھی تو میں وہاں بھی تم سے اچھا رہوں گا:

وما اظن الساعة قائمة ولئن رددت الی ربی لاجدن خیراً منھا منقلبا۔ (الکھف)

گویا دولت نے اس کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ وہ اپنی صلاحیتوں اور استحقاق کی بنا پر وہاں بھی آسودگی اور خوش حالی کا اسی طرح مستحق ہے جس طرح یہاں پر۔ اور غریب جس طرح یہاں محروم ہے وہاں بھی ایسا ہی رہے گا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی سرمایہ دار کاروباری قوم نے ان سے کہہ دیا تھا کہ تمہاری ان نمازوں وغیرہ کا ہمارے کاروبار سے کیا واسطہ، ہم ہر قسم کی پابندی سے آزاد معیشت کے مالک ہیں:

اصلوٰتک تامرک ان نترک ما یعبد اٰباؤنا او ان نفعل فی اموالنا ما نشاء۔ (ھود)

قومِ عاد اتنی سرمایہ دار تھی کہ ہر پُر فضا مقام پر بلا ضرورت کوٹھیاں اور محلات تعمیر کر رکھے تھے، جن میں ہر وقت دادِ عیش دیتے رہتے تھے:

اتبنون بکل ریع اٰیة تعبثون۔ (الشعراء)

اسی افراطِ دولت نے ان کو تکذیبِ پیغمبر پر اُکسایا جس کے نتیجے میں انہیں ہلاک کر دیا گیا۔

فکذبوہ فاھلکناھم ان فی ذٰلک لاٰیة (الشعراء)

افراد و اقوام کے ذکر کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کو ذرائع پیداوار کی کثرت نے اس قدر مدہوش کر دیا کہ خدا کے باغی بن گئے۔ اور انجام کار تباہی سے دوچار ہوئے۔ ان کی سونا اگلنے والی زمین جھاڑ اور ببول اگانے لگی۔

وکم اھلکنا من قریة بطرت معیشتھا۔ (القصص)

قرآنِ حکیم تو یہاں تک کہتا ہے کہ قوموں اور بستیوں کی تباہی کا باعث یہ سرمایہ دار ہی بنتے ہیں کیونکہ فسق و فجور کے امام و لیڈر بن کر پوری قوم کو کردار کے بحران میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اِرشادِ خداوندی ہے: واذا اردنا ان نھلک قریة امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا

القول فدمرنٰھا تدمیرًا (بنی اسرائیل)
اور آخر میں یہ بھی سن لیجیے کہ قرآنِ حکیم کا یہ لرزا دینے والا فرمان بھی سرمایہ داروں ہی کے بارے میں ہے کہ:
الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ (التوبہ)

دولت اور دولت مندوں کے اس "ذکرِ غیر" کے بعد آیئے اس طبقہ کی طرف جنہیں قرآن حکیم فقراء و مساکین کے نام سے یاد کرتا ہے۔ سب سے پہلے یہ دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس فقر و مسکنت سے نکالنے کا کیا اہتمام کیا ہے۔

۱۔ دولت پر زکوٰۃ لازم کی تو اس کا اوّلین مصرف انہی کو قرار دیا: انما الصدقات للفقراء والمساکین۔ (التوبہ)

۲۔ مالِ غنیمت اور فئے وغیرہ میں ان کا حصہ رکھا: واعلموا انما غنمتم من شیءٍ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین۔ (الانفال)

۳۔ زکوٰۃ و صدقاتِ واجبہ کے علاوہ بھی اغنیاء کے اموال میں ان کا حق ٹھہرایا: فی اموالھم حق للسائل والمحروم۔ لفظ حق کو خاص طور پر نوٹ کریں کیونکہ حق وہ ہوتا ہے جو واجب الادا ہو۔

۴۔ اغنیاء کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دینے کے لیے رکوع کے رکوع وقف کر دیے۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ: لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون کہ جب تک تم خدا کی راہ میں مخلوق کو اپنی محبوب ترین اشیا نہیں دے دیتے، تمہارے نکوکاری کے دعوے غلط ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید کے ساتھ ساتھ انہیں متنبہ کر دیا گیا کہ اگر انہوں نے ان فقراء و مساکین پر احسان دھرنے یا ان صدقات کی آڑ میں انہیں ذہنی و جسمانی اذیت دینے کی کوشش کی یا انہیں گھٹیا قسم کی اشیا دے کر حاتم کی قبر پر لات مارنا چاہی تو سارے کیے دھرے پر پانی پھر جائے گا۔ مقصد یہ تھا کہ فقراء و مساکین کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔ اگرچہ اسلام کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن قرآن نے انہیں صراحت کے ساتھ منع نہیں

کیا نا کہ ان کے دل نہ دکھیں - صرف اشارے کنائے سے سمجھایا ہے - اغنیاء کو تنبیہ کر دی گئی کہ اگر کسی تہی دست کو تم سے کام آ پڑا ہے تو ماتھے پر تیوری چڑھا کر یا اُسے جھڑک کر اُس کے آبگینۂ دل کو ٹھیس نہ پہنچاؤ - واما السائل فلا تنھر - (الضحیٰ)

۵ - اللہ تعالیٰ کو فقراء و مساکین کی بہبود کس قدر محبوب و مقصود ہے، اس کا اندازہ سورۂ بقرہ کی اس آیت سے کیجیے جس میں لوگوں کے اس سوال کا ذکر ہے کہ وہ کیا خرچ کریں؟ حضورؐ کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان سے کہو جو کچھ بھی تمہاری ضروریات سے فاضل ہو، وہ ان پر خرچ کرو:

ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو - (البقرۃ)

۶ - اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اقتصادیات کے دو ایسے زریں اُصول وضع کر دیئے ہیں جن سے اِمکانیہ دولت کے سارے سوتے ہی خشک ہو جائیں - اور دولت کا بہاؤ تیز بھی ہو جائے اور کثیر الاطراف بھی - پہلا اُصول یہ بتایا کہ تمہارا معاشی نظام ایسا ہونا چاہیے کہ کَیۡ لا یکون دولۃ بین الاغنیاء کہ دولت ہر پھر کر صرف چند سرمایہ داروں کے ہاتھ میں جمع نہ ہوتی رہے اور دوسرا اُصول یہ بتایا کہ انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ - کہ تم اپنی دولت کے ایسے مالک نہیں جو مختارِ مطلق ہو، بلکہ اس پر خدا کے امین ہو، اس کی مرضی کے مطابق اس کی محروم مخلوق پر تقسیم کرنی پڑے گی -

سارے قرآن کو پڑھ جائیے - سرمایہ داروں کے ذکر کے برخلاف آپ کو کسی ایک محروم انسان کے کردار کی مذمت نہیں ملے گی، حالانکہ ان میں بھی ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں - لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی کوتاہیوں کو مجبوریوں پر محمول کرتے ہوئے ان کو نظر انداز کر دیا ہے یا اُن کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کے احساسِ محرومی پر نمک پاشی کرنا مناسب نہیں سمجھا - اس کے برعکس قرآن حکیم نے ایک خاص واقعہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ریکارڈ کر دیا - اور فقراء و مساکین جتنا چاہیں اس پر فخر کر سکتے ہیں کہ ایک فقیر و مسکین شخص ——— عبداللہ بن ام مکتوم ——— سے اعراض برتنے اور نام نہاد بڑوں پر زیادہ توجہ دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر پر بھی اظہار خفگی فرمائی -

ہماری آبادی کا بیشتر حصہ انہی فقراء و مساکین پر مشتمل ہے کیونکہ فقہاء اور ائمہ لغت کے نزدیک

فقیر وہ ہے جس کے پاس وسائلِ معیشت ہوں لیکن ضرورت سے کم ہوں اور مسکین وہ ہے جس کے پاس سرے سے کوئی ذریعہ معاش نہ ہو یا بالعکس اور ہمارے عوام کی اکثریت انہی دو کی ذیل میں آتی ہے۔ قرآن حکیم کا اسلوب پکار پکار کر بتا رہا ہے کہ اس کا رجحان کس طرف ہے۔ ہمارے علماء، سیاسی جماعتوں، رہنماؤں، ملکی معیشت کی منصوبہ بندی کرنے والوں کو چاہیے کہ قرآن حکیم کے نور کو پہچانیں، اس کے اشاروں کو سمجھیں اور اپنے سیاسی منشور یا ملک کے میزانیے تیار کرتے وقت ان فقراء و مساکین کی فلاح و بہبود اور ان کی آسودگی و خوش حالی کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دیں۔ ملک کے لیے ایسا نظامِ معیشت وضع کریں جس سے قرآنِ حکیم کا یہ مقصد پورا ہو۔ ایسا اقتصادی ڈھانچہ جس میں ایک ہی شخص پہلے ایک جاگیردار کی حیثیت سے آدھے پاکستان کا مالک بنے اور اپنے مزارعین کا خون چوس کر پھر درآمد و برآمد پر قابض ہو جائے اور اس سے کماتے ہوئے منافع سے کارخانے پر کارخانے لگاتا چلا جائے اور آخر کار اپنی بے پناہ دولت کے زور پر لوگوں کے ووٹ خرید کر حکمران کی حیثیت سے پورے ملک کے وسائلِ معیشت پر قابض ہو جائے۔ اور اس طرح دولت ہر طرف سے ہر پھر کر اسی کی تجوریوں میں جمع ہونے لگے۔ (ایسا اقتصادی ڈھانچہ) کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃً بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ کی صریحاً ضد اور روحِ قرآن کے سراسر خلاف ہے۔

بے شک اسلام طبقاتی کش مکش کا قائل نہیں لیکن آپ نے سطورِ بالا سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ اس کا جھکاؤ کس طرف ہے۔ اس لیے اگر اس دور میں جب کہ معیشت نے غیر معمولی اہمیت اختیار کر لی ہے اور نوبت کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا تک آ پہنچی ہے۔ قرآنِ حکیم کے اس رویہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان محروم طبقوں کے مفاد کو اولیت دیں تو یہ اسلام کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ کیا فقراء و مساکین کو ہمیشہ کے لیے فقراء و مساکین رہنے دینا ہی اسلام ہے۔ ہرگز نہیں۔ نہ یہ اسلام ہے اور نہ منشائے قرآن کے مطابق۔

یہ بات بھی علماءِ کرام اور مفکرینِ اسلام کے سوچنے کی ہے کہ قرآن حکیم کے ان احکام اور ان کی تفصیل و تبیین میں آنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو جنہیں ہم اب تک صرف اخلاقیات کی ذیل میں شمار کرتے رہے ہیں، قانون کی صورت دی جائے ۔۔۔ ارتکازِ دولت اور تکاثر کا صدیوں پرانا مرض محض وعظوں اور اخلاقی اپیلوں سے دور نہیں ہوگا۔

قرآن وسنت کی اس سپرٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے ضوابط مدوّن ہونے چاہئیں جن سے یہ تقاضے پورے ہوں تاکہ خدا و رسول کے احکام صرف کتابوں کی زینت بن کر نہ رہ جائیں - خدام و عمال کو وہ معاشرے میں کارفرما بھی نظر آئیں - اسلامی شریعت کے ان تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد اگر کوئی آجر انہیں مزید سہولتیں اور آسائشیں مہیا کرتا اور ان کے ساتھ بھائیوں کا سا سلوک کرتا ہے تو یہ اس کا حسنِ اسلام ہوگا، لیکن ارتکازِ دولت کو کم سے کم کرنے اور فقراء و مساکین کو خوش حالی کی سطح پہ لانے والے احکامِ قرآن و سنت کو قانونی شکل دے کر ان کی پابندی ضروری اور ان کی خلاف ورزی خلاف قانون قرار دی جائے - ان پہ عمل صرف سرمایہ داروں کے جذبۂ خیرسگالی پر نہ چھوڑا جائے -

حرفِ آخر

حضرات! ہمارے معاشرے کے ان محروم طبقوں کے بارے میں قرآنِ حکیم کی روش بیان کرتے وقت نہ تو میں نے کسی استنباط و اجتہاد سے کام لیا ہے اور نہ اس کی تمام تفصیلات میں جانے کی کوشش کی ہے - میں نے اس کے صرف سادہ اور صریح احکامات کا ذکر کیا ہے - اس گفتگو سے میرا مقصد اربابِ علم و دانش کی توجہ اس رویہ کی طرف دلانا تھا جو قرآنِ حکیم نے ان کی فلاح و بہبود، اصلاح و ترقی سے متعلق اختیار کیا ہے اور وہ مقصد و مدعا بیان کرنا ہے جو وہ اس سلسلے میں اپنے سامنے رکھتا ہے تو میری ان گذارشات کو سننے کے بعد اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے اسے صحیح سمجھا ہے اور واقعی قرآنِ حکیم کے نازل کرنے والے کا مقصد و منشا یہی ہے کہ ہم ان لوگوں پر احسان کرنا، انہیں امام و پیشوا بنانا، زمین کے وسائلِ معیشت و اقتدار میں انہیں حصہ دلانا چاہتے ہیں تو قرآنِ حکیم، اس کے نازل کرنے والے، اور اس کے لانے والے کا واسطہ دے کر کہوں گا کہ اصحابِ فکر و دانش کو بالعموم اور علمائے دین کو بالخصوص اس سلسلے میں اپنے فرض کو محسوس کرنا چاہیے - وہ نہ صرف اس کے لیے اپنی طاقت ور آواز بلند کریں بلکہ اپنی متفقہ رائے سے معاشرے میں ایسی انقلابی تبدیلیاں لانے کی تدابیر بھی پیش کریں تاکہ یہ محروم طبقات اپنی زندگی ہی میں اپنی کھلی آنکھوں سے نہ صرف دیکھ لیں بلکہ محسوس بھی کر لیں کہ ہاں واقعی اسلام ہم بے نواؤں کا حامی و بہی خواہ ہے اور ان کی جڑ پکڑتی ہوئی یہ غلط فہمی دور ہو جائے کہ دوسرے مذاہب کی طرح یہ مذہب بھی اور اس کے علمبردار بھی سرمایہ داروں کے ایجنٹ، فقراء و مساکین کے دشمن اور انہیں

لوریاں دے دے کر سلانے والے ہیں۔

اور اگر آپ کا خیال ہے کہ میں نے قرآنِ حکیم کے منشا کو غلط سمجھا ہے۔ طبقہ نسواں واقعی اسی کا مستحق ہے کہ اس کو ہمیشہ جوتے تلے رکھا جائے۔ یتیم اسی قابل ہیں کہ وہ دربدر کی ٹھوکریں کھاتے اور مٹی میں رُلتے رہیں۔ غلاموں کے ان چھوٹے بھائیوں یعنی ملازمین، خدام اور محنت کشوں کا مقدر ہی یہ ہے کہ وہ موت وحیات کے درمیان لٹکتے رہیں۔ وہ لنڈے کے کپڑوں سے اپنے تن ڈھانکیں، فٹ پاتھ کی دال روٹی سے اپنے پیٹ بھریں اور رات کو کسی جوہڑ یا سڑک کے کنارے بنی گھاس پھونس کی جھونپڑیوں میں پڑے رہیں۔ اور انہی حالات میں یہ ان لوگوں کے کاروبار میں بیلوں کی طرح جُتتے رہیں، جو گردشِ زمانہ سے اُونچی کرسیوں پر جا بیٹھے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ لوگ خدا کے چہیتے نہ ہوتے تو انہیں یہ رُتبہ ہائے بلند کیوں ملتے۔ اسی طرح یہ فقراء و مساکین بھی ہمارے معاشرے کا ناگزیر عنصر ہیں۔ ان کو تاابد قائم رہنا چاہیے تاکہ ہماری گلیاں ان کی صدائے فی سبیل اللہ سے گونجتی رہیں۔ اور ان کی پھیلی ہوئی ہتھیلیوں پر دو چار سکے رکھ کر دولت مندوں کے جذبۂ اظہارِ دولت کی تسکین ہوتی رہے۔

حضرات! اگر ایسا ہے تو میں نے اتنی دیر تک آپ کو جو زحمتِ مطالعہ دی ہے، اس پر معذرت خواہ ہوں۔ شکریہ!

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ
وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ